Research Journal
Tahqeeqat
جلد:4،شمارہ:2،2025ء
eISSN: 2791-0342
pISSN: 2791-0334
ریسرچ جرنل
تحقیقات

# بلوچی لوک ادب میں بلوچ ثقافت کے عناصر

# *Elements of Baloch Culture in Balochi Folk Poetry*

***Dr. Rahim Bakhsh Mehr***
*Associate Professor, Controller of Examinations, University of Gwadar*
***Abdul Raziq***
*Lecturer Department of Pakistani Languages, NUML, Islamabad*
***Dr. Muhammad Sadiq (Sadiq Saba)***
*Assistant Professor, Institute of Balochi Languages and Culture (IBLC), University of Turbat*

**ڈاکٹر رحیم بخش مہر**
ایسوسی ایٹ پروفیسر، کنٹرولر آف امتحانات، جامعہ گوادر
**عبدالرازق**
لیکچرار شعبہ پاکستانی زبانیں، نمل، اسلام آباد
**ڈاکٹر محمد صادق (صادق صبا)**
اسسٹنٹ پروفیسر انسٹیٹیوٹ آف بلوچی لینگویج اینڈ کلچر (آئی بی ایل سی)، جامعہ تربت

***Abstract***

*Folk literature serves as a vital cultural asset for any nation, encapsulating its values, traditions, and collective identity. Balochi folk poetry, rich in expression and heritage, vividly reflects the entirety of Baloch culture. This research paper explores the various cultural elements embedded within Balochi folk poetry. The study reveals that both tangible and intangible aspects of Baloch culture, such as traditions, beliefs, values, psychological patterns, and superstitions are deeply woven into the fabric of this poetic tradition. A prominent feature of Balochi folk poetry is its unique ability to articulate the national psyche of the Baloch people in an aesthetically compelling manner. This paper presents an analytical review of these cultural manifestations and their significance in preserving and expressing Baloch identity.*

**Keywords:** *Saqafat, Lok Shaheri, Sipat, Lelo, Halo, Nazenk, Munqabat, Qaumi Tashakhus, Saqafati Buhd*

**کلیدی الفاظ:** ثقافت، لوک شاعری، سپت، لیلو، ھالو، نازینک، منقبت، قومی تشخص، ثقافتی بُعد

پاکستان ایک کثیر القومی اور کثیر اللسانی ملک ہے، جہاں مختلف زبانیں اپنے اپنے تہذیبی، ثقافتی اور جغرافیائی پس منظر کے ساتھ نہ صرف زندہ ہیں بلکہ اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ پھل پھول رہی ہیں۔ ہر زبان محض اظہارِ خیال کا ذریعہ نہیں بلکہ ایک مکمل تہذیبی ورثہ، فکری جہت اور لسانی لطافت اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ کہیں پشتو کی گرج دار صدا ہے، تو کہیں بلوچی کی دھیمے سروں میں گھلی ہوئی مٹھاس؛ کہیں سندھی زبان کی ثقافتی شادابی جھلکتی ہے، تو کہیں پنجابی کی پرجوش اپنائیت؛ کہیں سرائیکی کی نرمی دل کو چھوتی ہے، تو کہیں ہندکو کی خوش آہنگی سماعتوں میں رس گھولتی ہے۔ 2016ء کی ایک تحقیق کے مطابق پاکستان میں تقریباً 76 زبانیں بولی جاتی ہیں،[1] جو اس امر کی غماز ہیں کہ یہ سرزمین زبانوں اور ثقافتوں کا ایک حسین گلدستہ ہے جہاں ہر پھول اپنی خوشبو، رنگ اور جمالیات کے ساتھ نہ صرف اپنی انفرادیت قائم رکھتا ہے بلکہ ایک ہم آہنگ، مضبوط قومی وحدت کی تصویر بھی پیش کرتا ہے۔

زبان اور ثقافت کسی بھی قوم یا خطے کی مشترکہ اور نمایاں شناخت کی علامت ہوتی ہیں۔ جب تک کسی قوم کی زبان اور ثقافت دیگر اقوام سے جداگانہ نہ ہوں، وہ ایک منفرد قوم کہلانے کی مستحق نہیں ٹھہرتی۔ قومیں مخصوص جغرافیائی حدود میں رہتے ہوئے اپنے طرزِ معاشرت، اندازِ بود و باش، رہن سہن، خور و نوش، رسوم و روایات، اور مخصوص فکری رجحانات کے ذریعے ایک الگ تشخص قائم کرتی ہیں، اور یہی منفرد طرزِ زندگی اور فکر

اُس قوم کی ثقافت کہلاتی ہے۔ زبان اور ثقافت دراصل کسی قوم کو اس کے آبا و اجداد سے وراثت میں ملتی ہیں، جو نہ صرف اس کی پہچان کا ذریعہ بنتی ہیں بلکہ ایک قیمتی قومی ورثے کی حیثیت بھی رکھتی ہیں۔[2]

بلوچ قوم صدیوں سے اپنی جداگانہ قومی شناخت، زبان، اور ثقافت کے ساتھ ایک منفرد مقام رکھتی آئی ہے۔ پاکستانی معاشرے میں دیگر اقوام کی ثقافتوں کے ساتھ بعض پہلوؤں میں مشابہت کے باوجود بلوچ ثقافت میں ایک واضح اور گہرا ثقافتی امتیاز پایا جاتا ہے، جو ایک فطری اور تمدنی عمل کا نتیجہ ہے۔ کسی بھی قوم کی ثقافت عمومی طور پر دو صورتوں میں اپنا اظہار کرتی ہے: مادی ثقافت (Material Culture) اور غیر مادی ثقافت (Immaterial Culture)۔

مادی ثقافت اُن تمام ظاہری اشیاء پر مشتمل ہوتی ہے جو قوم کے روزمرہ طرزِ زندگی کو ظاہر کرتی ہیں، جیسے لباس، زیورات، رہائش، خوراک، برتن، فرنیچر اور دیگر استعمالی اشیاء۔ اس کے برعکس، غیر مادی ثقافت اُن غیر محسوس مگر گہرے اصولوں، اقدار اور روایات پر مشتمل ہوتی ہے جو کسی قوم کی اجتماعی نفسیات، معاشرتی کردار اور تہذیبی روح کی نمائندگی کرتی ہیں۔ ان کا کوئی جسمانی وجود نہیں ہوتا، لیکن یہی اقدار کسی قوم کے وجود کی روحانی و اخلاقی بنیاد فراہم کرتی ہیں۔

بلوچ ثقافت کا غیر مادی پہلو اس کی فکری و اخلاقی قدروں میں پنہاں ہے، جنہیں مجموعی طور پر "بلوچ کوڈ آف کنڈکٹ" یا "بلوچیت" کہا جاتا ہے۔ یہ ضابطہ اخلاق محض روایتی اصطلاحات پر مشتمل نہیں بلکہ ایک تاریخی تسلسل اور معاشرتی ارتقا سے جنم لینے والی اعلیٰ قومی قدریں ہیں۔ ان میں مہمان نوازی، میار جلی، باہوٹ (پناہ دینا)، بیر گیری (انتقام لینا)، حشر و اواچک (اجتماعی تعاون) وغیرہ شامل ہیں۔ یہ تمام اصطلاحات محض الفاظ نہیں بلکہ بلوچ قومی روح کے بنیادی ستون ہیں۔

مثال کے طور پر "باہوٹ" کا تصور بلوچ ثقافت میں ایک انتہائی مقدس قومی قدر کے طور پر پایا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص یا گروہ دشمن ہونے کے باوجود کسی بلوچ کے ہاں پناہ طلب کرے تو اُس کی جان و مال کی حفاظت کرنا اُس بلوچ کا نہ صرف اخلاقی بلکہ قومی فرض سمجھا جاتا ہے۔ اس جذبے کو "میار جلی" کہا جاتا ہے، اور جو فرد اس اصول پر عمل کرے اُسے "میار جل" کہا جاتا ہے۔ بلوچ تاریخ ان اعلیٰ اقدار کی بے شمار مثالوں سے مزین ہے، جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ بلوچ ثقافت ایک مکمل ضابطۂ حیات کی حیثیت رکھتی ہے، جو فرد اور قوم دونوں کو اقدار کے ایک اعلیٰ معیار سے وابستہ رکھتی ہے۔

بلوچ ثقافت کے دونوں پہلو یعنی مادی اور غیر مادی عناصر کا شعری اظہار نہایت خوبصورتی سے بلوچی لوک شاعری میں ملتا ہے۔ لوک ادب چونکہ کسی فردِ واحد کی بجائے پوری قوم کی اجتماعی تخلیق ہوتا ہے، اس لیے یہ براہِ راست قومی شعور، فکر اور نفسیات کا آئینہ دار بنتا ہے۔ لوک شاعری میں بلوچ معاشرت، رسوم و رواج، عقائد، جذبات اور اجتماعی رویوں کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے، جو دراصل اس قوم کی تہذیبی روح کی نمائندہ ہوتی ہے۔ ادب محض الفاظ کا مجموعہ نہیں، بلکہ یہ کسی بھی معاشرے کی تہذیبی، فکری، علمی، روحانی، جمالیاتی اور انسانی اقدار کا ترجمان ہوتا ہے۔ ادب کو اکثر "معاشرے کا ضمیر" کہا جاتا ہے، جو قوموں کی شناخت کو زندہ رکھنے کے لیے آکسیجن کا کردار ادا کرتا ہے۔ جیسے جیسے دنیا میں تبدیلی آتی ہے، ویسے ہی ادب کی ماہیت، اسلوب اور فکری زاویے میں بھی ارتقا آتا ہے۔ یہ تبدیلی صرف موضوعات تک محدود نہیں رہتی، بلکہ اس کی تکنیک، زبان، اور تہذیبی رویے میں بھی جھلکتی ہے۔

اگر ادب کو ایک جامع تناظر میں دیکھا جائے تو یہ کسی تہذیب کی مکمل اور گہری شناخت ہوتا ہے، اور وہی ادب دیرپا اور مؤثر ثابت ہوتا ہے جو مادری زبان کی کوکھ سے جنم لیتا ہے۔ مادری زبانیں اگر اپنی جغرافیائی سرزمین سے کٹ جائیں تو وہ اپنی اصل خوشبو اور ثقافتی مہک برقرار نہیں رکھ

سکتیں۔ جس معاشرے کی جڑیں اپنی مٹی میں پیوست ہوں اور جس کے ادب کی آبیاری اس کے اجتماعی شعور اور تاریخی تجربات سے ہوئی ہو، وہ ادب اُس قوم کی اصل تصویر پیش کرتا ہے۔

ایسا ادب نہ صرف معاشرے کے احساسات، تخیلات، اعتقادات، جذبات، عبادات، اور کیفیات کو مؤثر انداز میں لفظوں کا جامہ پہناتا ہے بلکہ اپنی ثقافتی شناخت کو محفوظ رکھنے میں بھی کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ خواہ وہ ادب تحریری ہو یا زبانی (غیر تحریری)، اس کی ہر صنف میں اپنی مٹی کی مہک اور ثقافت کا رنگ ضرور شامل ہوتا ہے۔[3]

یہ بات بظاہر درست محسوس ہوتی ہے کہ دنیا کے تمام ادبی مکاتبِ فکر میں موضوعات کسی حد تک مشترک ہوتے ہیں، مثلاً پیدائش، موت، محبت، نفرت، خوشی، غم اور زندگی کے دیگر بنیادی جذبات۔ لیکن جب ادب کو اس کی مقامی، ثقافتی اور تہذیبی سیاق و سباق میں بغور دیکھا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ہر معاشرہ، ہر زبان، اور ہر ثقافت اپنے ادب میں انفرادی خصائص اور تہذیبی شناخت کو جنم دیتی ہے۔

ادب محض موضوعات کا بیان نہیں بلکہ ان موضوعات کا اظہارِ فکر، زاویہ نظر، اور طرزِ احساس بھی اہمیت رکھتا ہے، جو ہر معاشرتی، جغرافیائی اور اعتقادی پس منظر میں مختلف ہو سکتا ہے۔ ہر خطہ، ہر قوم اور ہر ثقافت میں کچھ مخصوص روایات، اساطیر، رسم و رواج اور عقائد پیدا ہو جاتے ہیں جو اُسی ماحول میں نمو پاتے ہیں اور دوسرے معاشروں میں ان کی کوئی مماثلت نہیں پائی جاتی۔ یہی ماحولیاتی انفرادیت، اعتقادی یکسانیت اور روایتی خصوصیات مل کر ایک الگ تہذیبی طرزِ فکر کو جنم دیتی ہیں، جو اس معاشرے کے ادب میں ایک منفرد شناخت کی صورت میں ڈھلتی ہیں۔ یوں ہر قوم کا ادب اُس کی مخصوص ثقافت، تاریخ، نفسیات، اور اقدار کا مظہر بن جاتا ہے، جو بظاہر یکساں موضوعات کو بھی مخصوص انداز میں پیش کرتا ہے۔[4]

بلوچی لوک شاعری میں انسانی زندگی کے مختلف مراحل کا نہایت دل نشین انداز میں اظہار کیا گیا ہے، جو پیدائش سے لے کر موت تک کے تمام تجربات اور جذبات کو اپنے دامن میں سموئے ہوئے ہے۔ ان اصنافِ شاعری میں فرد کی داخلی کیفیات، جذبات، عقائد اور سماجی رویّوں کی جھلک واضح طور پر دکھائی دیتی ہے۔ بچے کی پیدائش کے موقع پر بلوچ معاشرے میں بعض مخصوص رسوم اور روایات ادا کی جاتی ہیں جن میں "سپت" کی صنف کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ یہ ایک مذہبی نوعیت کا گیت ہے جسے پیدائش کے بعد مسلسل چھ راتوں تک خواتین عزیز و اقارب کی موجودگی میں اجتماعی طور پر گایا جاتا ہے۔ "سپت" کے اشعار میں خدا، رسولؐ، اہلِ بیتؑ، اولیاء کرام اور بزرگوں کی مدح و منقبت کے ساتھ ساتھ نوزائیدہ بچے اور اس کی ماں کی صحت و سلامتی کے لیے دعائیں بھی شامل ہوتی ہیں۔

سپت کی اہمیت محض مذہبی جذبات کی عکاسی تک محدود نہیں بلکہ یہ بلوچ ثقافت میں رائج قدیم توہمات اور عقائد کو بھی بیان کرتا ہے۔ ان توہمات میں سے ایک "جاتیگ" نامی شیطانی قوت کا تصور ہے، جس کے بارے میں بلوچوں کا عقیدہ ہے کہ وہ نوزائیدہ بچوں کے دل چرا کر لے جاتی ہے۔ اس خوف کو زائل کرنے کے لیے سپت کا اہتمام کیا جاتا ہے اور بچے کے جھولے میں دھات کا کوئی آلہ رکھا جاتا ہے تاکہ منفی قوتوں کو دور رکھا جا سکے۔ اس گیت کا ایک اہم نفسیاتی پہلو یہ بھی ہے کہ یہ ماں کے جسمانی و جذباتی درد کا تخلیقی اور روحانی مداوا بن جاتا ہے۔

"سپت" کی جڑیں بلوچ معاشرتی نفسیات، لوک اعتقادات، اور مذہبی جذبات میں پیوست ہیں۔ اگرچہ بلوچ معاشرہ دو مسلکی شناختوں حنفی اور ذگری میں منقسم ہے، تاہم سپت کے بیشتر اشعار ذگری فرقے کے لوک ادبی ورثے کا حصہ سمجھے جاتے ہیں۔ ذگری برادری اپنے مذہبی اجتماع "چوگان" اور دیگر رسوم کے دوران بھی سپت گاتی ہے۔

سپت کا ایک اور مقبول ذیلی ورژن "لابی سپت" کے طور پر جانا جاتا ہے، جو اکثر فصل کی کٹائی جیسے اجتماعی کاموں کے دوران گایا جاتا ہے۔ ان

مواقع پر مقامی افراد بغیر کسی معاوضے کے باہمی تعاون کے تحت کام کرتے ہیں، جسے بلوچ ثقافت میں "حشر" یا "اواچک" کہا جاتا ہے۔ لابی سپت نہ صرف محنت کی حوصلہ افزائی کرتا ہے بلکہ اجتماعی روح اور ثقافتی یگانگت کا بھی عکاس ہوتا ہے۔

یوں سپت صرف ایک لوک گیت ہی نہیں بلکہ بلوچ قوم کی روحانی، سماجی، ثقافتی اور نفسیاتی زندگی کا ایک بھرپور مظہر ہے، جو نہ صرف ماضی کی روایتوں کا امین ہے بلکہ آج کے بلوچ معاشرے میں بھی اپنی معنویت رکھتا ہے:

پھول سا بچہ مرا
پاسباں اس کا خدا
پاسباں اس کا خدا
اس پہ ظلِ اِلہ
میں ہوں خدا کا فقیر
پیر مراد دستگیر
قادر و دائم مثال[5]

بلوچی لوک شاعری کی ایک اور اہم اور نازک صنف "لیلو" ہے، جسے اردو اور دیگر عالمی زبانوں میں "لوری" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ ایک آفاقی صنف ہے جو انسانی تہذیب کے قدیم ترین اظہاریے میں سے ایک ہے۔ دنیا کی تقریباً تمام تہذیبوں میں مائیں اور بعض اوقات دادی یا بڑی بہنیں بھی بچوں کو سلانے کے لیے گیت گاتی ہیں، لیکن بلوچی لیلو کی انفرادیت صرف اس کی دُھن یا آہنگ میں نہیں بلکہ ان بولوں میں ہے جو صدیوں پر محیط اجتماعی بلوچ تجربے اور نفسیات کا عکاس ہیں۔

بلوچی لوری کا کینوس صرف نرمی، محبت اور مادری شفقت تک محدود نہیں بلکہ یہ ایک پوری قومی فکر، شعور اور تہذیبی ورثے کا آئینہ بھی ہے۔ خاص طور پر ان بولوں میں جو بچوں اور بچیوں کے لیے الگ الگ گائے جاتے ہیں، ان میں واضح فرق پایا جاتا ہے، جو صرف صنفی شناخت ہی نہیں بلکہ مستقبل کی سماجی ذمہ داریوں اور کردار کی صورت گری کا غماز ہے۔

بلوچ معاشرہ تاریخی طور پر جنگ و جدل، داخلی و خارجی خطرات، اور نوآبادیاتی جبر سے گزرا ہے۔ ترک و منگول حملہ آوروں سے لے کر برطانوی استعمار اور قبائلی رقابتوں تک، ہر عہد نے بلوچ اجتماعی شعور میں بقا اور قومی تشخص کا شدید احساس پیوست کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بلوچ مائیں جب اپنے بچوں کو لیلو سناتی ہیں تو محض نیند کے لیے لوری نہیں گاتی بلکہ اُنہیں جینے کا فلسفہ، بہادری، غیرت، اور مزاحمت کی تربیت دیتی ہیں۔

ان لوریوں کے اشعار میں والدین کی امیدیں، معاشرتی توقعات، اور قومی تشخص کی پکار سنی جا سکتی ہے۔ لڑکوں کو لوریوں کے ذریعے بہادری، دشمن کے سامنے ڈٹ جانے، غیرت، وفاداری اور میار جیسے قومی اوصاف سے روشناس کرایا جاتا ہے۔ اس فکری و جذباتی تربیت کا مقصد ایک ایسا انسان تخلیق کرنا ہے جو بلوچ سرزمین پر سر اٹھا کر جینے کی جرأت رکھتا ہو، کیونکہ اس دھرتی پر بزدلوں کے لیے کوئی جگہ نہیں۔

دوسری طرف، بلوچ لڑکیوں کے لیے گائی جانے والی لوریاں ایک الگ سطح پر سماجی شعور کی عکاس ہوتی ہیں۔ ان میں بلوچ روایت، عزت، سلیقہ، قربانی، اور خاندانی وقار جیسے عناصر کو اس طرح بُنا گیا ہوتا ہے کہ لڑکی کو نہ صرف ایک مکمل انسان کے طور پر پیش کیا جائے بلکہ ایک ایسے فرد کے طور پر بھی جو اپنی تہذیب کی امین ہو۔ ان اشعار میں ماں کی آواز صرف لوری دینے والی نہیں بلکہ ایک مربی، مفکر اور مصلح کی صورت میں سنائی دیتی ہے۔ مثال کے طور پر:

| | |
|---|---|
| تئی پت گوشیت او مادر | تئی ناکو گوں سدءُ پنجاہءَ |
| تئی برات گوں ہزاری پوجاں | بیاانتءُ تئی مہمان بنت |
| تو مہماناں چتور شونائے؟ | لوٹئے تو دراہیءَ میرانی |
| وتی پتءُ ناکوءُ براتانی | مہماناں شرپ شونائے |
| میشوں زاتنگ انت ھم دوشی | شپ شامءَ کش ئے گٹورے |
| چاشتءَ ھم نہ زنکیں میشے | میش ءِ دمبگاں لگیناں |
| زک ءِ روگناں زر دیناں | سہب ءَ بستگ ءُ گونگی ناہ |
| نیمروچ ءَ نبادیں ھلواہ | بیگاہاں شکر بگدادی |
| بورانی کدیم میمیچاں | ورداش کشمشءُ باداماں |
| وش بیاانت منی پتءُ برات | دیدار اش منار وزے بات[6] |

ترجمہ: میری پیاری بیٹی

تیرے ہاں مہمان، گر چچا اور بھائی

لاؤ لشکر لئے آئیں

تو ان کی خاطر نوازی کیسے کرو گی؟

اگر تمہیں ان کی شفقت چاہئے

تو مہمانوں کا دل سے احترام کریں

ان کھانے کے لئے

بیڑ اور دمبے کا گوشت پکاؤ

صبح و شام ان کی خاطر نوازی

خالص گھی، دہی اور کھجور سے کریں

دن ڈھلے حلواہ اور شام کو بغدادی شکر کھلائیں

ان کے گھوڑوں کو بادام اور کشمش سے نوازیں

مہمان لائقِ تحسین ہوتے ہیں

ان کی خدمت گزاری اپنا شعار بنائیں

ان لوریوں کے اشعار میں نہ صرف بلوچ بچی کو نرمی و محبت سے لوری دی جاتی ہے بلکہ ان اشعار کے اندر پوشیدہ پیغام کے ذریعے اُسے بلوچ ثقافت کی بنیادی اقدار، بالخصوص مہمان نوازی کے بارے میں تلقین و تاکید کی جاتی ہے۔ بچی کو تربیت دی جاتی ہے کہ جب وہ کل کو اپنی عملی زندگی میں قدم رکھے گی اور اس کے گھر والد، بھائی یا دیگر قریبی رشتے دار مہمان بن کر آئیں گے تو وہ بلوچی روایت و وقار کے عین مطابق ان کی خدمت و خاطر تواضع کیسے کرے گی۔ ان اشعار کے پس منظر میں مہمان نوازی نہ صرف ایک سماجی فریضہ ہے بلکہ ایک قومی وصف کی صورت میں پیش کیا

گیا ہے، جو بلوچ قوم کی ثقافتی پہچان کا جزوِ لاینفک ہے۔

درحقیقت، بلوچی لوریاں محض نیند کے گیت نہیں بلکہ بچوں کی ذہنی، فکری اور اخلاقی تربیت کا موثر ذریعہ ہیں۔ یہ صنف ایک غیر رسمی مگر مضبوط تربیتی نظام کے طور پر نسل در نسل منتقل ہوتی آئی ہے۔ ان گیتوں میں جہاں ماں اپنی ممتا کے جذبات سے بچے کو لپیٹتی ہے، وہیں وہ اس کی شخصیت سازی کے لیے قومی اقدار کا بیج بھی بو رہی ہوتی ہے۔

مزید برآں، بلوچی لوریوں میں بلوچ عورت کے تصور کا اظہار بھی نہایت خوبصورتی سے ملتا ہے۔ ان اشعار میں بلوچ عورت کو صرف ایک ماں یا بیٹی نہیں بلکہ ایک مقدس اور محترم ہستی کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ بلوچی معاشرے میں عورت کو جو وقار، عزت، اور مقام حاصل ہے، اس کا عکس لوری کے بولوں میں صاف جھلکتا ہے۔ عورت کو نہ صرف خاندان کی نگہبان بلکہ تہذیبی تسلسل کی علمبردار کے طور پر بھی دکھایا گیا ہے۔ اس حوالے سے ایک معروف لیلو میں یوں کہا گیا ہے:

جانی پہ مرادرو دینتگ　　　جانیءَ جنک اوں لوٹ انت
پہ چھرءُ بار گیں بندیکءَ　　　مہری ئیں کلاہءِ دوچءَ
سچکانیں تگردءِ گواپءَ　　　جُلءُ گالیءِ بنگیجءَ(7)

ترجمہ: اپنی بیٹی کو بڑھے لاڈ و پیار سے پالا ہے
اس کی سہیلیاں انہیں لینے آئی ہیں
کپڑے اور ٹوپی سینے کے لئے
چٹائی بنانے اور قالین بُننے کی غرض سے

اس لیلو کے ابتدائی بولوں میں بلوچ بچی کو بچپن ہی سے مختلف ہنر و دستکاری کے طور طریقوں اور ان سے وابستہ ثقافتی رسومات سے روشناس کرایا جاتا ہے۔ یعنی یہ اشعار محض نغماتی بول نہیں بلکہ ایک تربیتی نصاب کی حیثیت رکھتے ہیں، جس کے ذریعے لڑکیوں کو ان مہارتوں سے آراستہ کیا جاتا تھا جو اُس وقت کے سماجی و معاشی نظامِ حیات میں ناگزیر سمجھے جاتے تھے۔

ایسے اشعار میں ماں اپنی بیٹی کے لیے یہ تمنا ظاہر کرتی ہے کہ وہ اچھی سیونکار (کپڑے سینے والی)، ماہر کاریگر (ٹوپیاں، قالین، چٹائیاں بنانے والی) اور ہنرمند دوچکار (کڑھائی کرنے والی) بنے۔ یہ وہ ہنر ہیں جو بلوچ خواتین نسل در نسل اپنی بیٹیوں کو سکھاتی آ رہی ہیں۔ گویا بلوچ عورت دستکاری اور گھریلو صنعت کا ستون رہی ہے، جس نے اپنی ہنرمندی سے نہ صرف گھریلو معیشت کو سہارا دیا بلکہ بلوچی ثقافت کو بھی زندہ رکھا۔

یہ امر اس بات کی دلیل ہے کہ جس دور میں باقاعدہ رسمی تعلیم کا کوئی رواج نہ تھا، اس وقت بھی بلوچ سماج میں غیر رسمی تربیتی نظام کے تحت خواتین کو ایسے ہنر سکھائے جاتے تھے جو معاشرتی، ثقافتی اور معاشی پہلو سے نہایت اہم تھے۔ قالین بانی، چٹائی سازی، کپڑوں کی سلائی، بلوچی دوچ (روایتی کڑھائی) جیسے فنون صرف ہنر نہیں تھے بلکہ یہ ثقافتی شناخت کا حصہ تھے، جن کا تحفظ اور فروغ بلوچ عورت کی مرہونِ منت تھا۔

مزید اشعار میں بلوچی معاشرے میں عورت کے سماجی و اخلاقی مقام کو بھی نمایاں کیا گیا ہے، جن میں اسے نہ صرف ہنرمند بلکہ باوقار، باادب اور تہذیب یافتہ شخصیت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ یہ اشعار ایک طرف بلوچ بچیوں کی فکری و عملی تربیت کا ذریعہ ہیں، تو دوسری جانب بلوچ ثقافت کے ان پہلوؤں کو محفوظ رکھتے ہیں جو وقت کے ساتھ ساتھ مٹتے جا رہے ہیں:

جانی چہ گوہاراں یکے　　　کیمت ئے ہزارءُ لکے

من داشتگ پہ کلاتی ڈکے — من زامات کناں وسیادے
راجی واجہ ءُ بازمالے — من استین ءِ تلے سیڈگاراں
ماہ ءِ کوٹگ ءَ رودیناں — بچے گر بئیت زاماتی
من لوٹاں دلجمیں مال ءُ سر — سئے لیڑہ انت ڈبگ سر
سئے سدمادگ انت زنکیئیں — سئے سدڈاچی انت رزمیئیں
سئے مولد انت پلپل پُٹ — درستاں دیاں پہ لال ءَ
انگت راز یگ نہ باں پہ ایشاں — لوٹاں دیولی گامیشاں
گامیش ءُنہ زنکیں میشاں — زرءِ چو جو ءِ جوہان کن
سُہر ءِ چو کروچ ءِ ھوش ءَ — درستاں دیاں پہ لال ءَ
انگت راز یگ نہ باں پہ لال ءَ(8)

ترجمہ: میری بیٹی قابلِ قدر ہے
جس کی نعم البدل نہیں ہے
میں نے بڑے ناز سے پالا ہے
اسے اپنے عزیزوں میں بیاؤ نگی
کسی ہستی مند سے
گر کوئی رشتے کے لئے آئے
تو جہیز میں یہ سب چیزیں مانگوں گی
تین سو اونٹ اور تین سو دودھ دیتی اونٹنیاں
تین سو گائے اور تین سو کنیزیں
یہ سب چیزیں گر کوئی دے بھی دیں
تب بھی میں راضی نہیں ہو نگی
بے شمار زر و مال اور سونا بھی دیدے
پھر میں رشتے کے لئے سوچو نگی

ان اشعار کا جو نچوڑ سامنے آتا ہے، وہ ایک ماں کی ممتا، محبت اور تحفظ کے جذبات کا عکس ہے۔ ماں اپنی بیٹی کی پرورش نہایت ناز و نعم میں کرتی ہے اور جب اس کے لیے رشتہ آتا ہے، تو وہ اپنی بیٹی کے مقام اور تربیت کے مطابق کچھ توقعات رکھتی ہے — جن میں کپڑے، سونا، مال مویشی، زمین، جائیداد، اور خدام شامل ہیں۔ یہ توقعات صرف مادی مطالبات نہیں بلکہ بلوچ معاشرے میں عورت کی عزت، مقام اور وقار کی علامت ہوتی ہیں۔ بلوچ معاشرہ عورت کو نہ صرف جسمانی تحفظ بلکہ سماجی عزت و وقار بھی فراہم کرتا ہے۔ پاکستان میں بسنے والی بعض دیگر اقوام میں جہاں بیٹیوں کو جہیز کی وجہ سے بوجھ سمجھا جاتا ہے، وہاں بلوچ معاشرتی روایت میں شادی کی تمام تر ذمہ داری لڑکے والوں پر عائد کی جاتی ہے۔ اس روایت کے دو

اہم اور مثبت نتائج سامنے آتے ہیں: اول، بچی خواہ اپنوں میں بیاہی جائے یا غیروں میں، اس کی مکمل پروٹیکشن کا بندوبست کیا جاتا ہے؛ دوم، بلوچ معاشرے میں طلاق کا رجحان نہایت کم ہے، جو اس ثقافتی نظام کی پائیداری کا ثبوت ہے۔

لوری کا دوسرا اہم پہلو لڑکوں یا بیٹوں کی تربیت سے متعلق ہے۔ چونکہ بچوں اور بچیوں کی زندگی کے تقاضے یکسر مختلف ہوتے ہیں، اس لیے لوریاں بھی ان کے سماجی کردار اور ذمہ داریوں کے مطابق ترتیب دی جاتی ہیں۔ بلوچ مائیں اپنی لوریوں میں بچوں کو زندگی کے آداب، روایات، اور کردار سازی کے اصول سکھاتی ہیں۔ ان اشعار میں جن صفات کو نمایاں کیا جاتا ہے، وہ ہیں: نڈر ہونا، بہادری، وعدے کا پاس رکھنا، مہمان نوازی، حق گوئی، انصاف پرستی اور مظلوموں کی مدد کرنا۔

یہ تمام اوصاف نہ صرف بلوچ کلچر کی عکاسی کرتے ہیں بلکہ اسلامی اخلاقیات کے بھی عین مطابق ہیں۔ اس طرح دیکھا جائے تو بلوچی لوک لوریاں صرف نیند کے نغمے نہیں، بلکہ وہ نسلوں کی شعوری، اخلاقی اور ثقافتی تربیت کا زریں ذریعہ ہیں، جن کے ذریعے قومی کردار کی تشکیل کی جاتی ہے:

ترجمہ: میرے چاند۔۔۔۔مُنے

مرے دل کے ارمان، آنکھوں کے تارے، نظر کے اجالے

مرے لال۔۔۔۔منے

تو جلدی بڑا ہو کر تلوار اٹھالے

میں دل کو سنبھالے

اسی دن کی ہوں منتظر

باپ کے خون کا بدلہ حریفوں سے لے

باپ دادا کی قبروں کو روشن کرے۔۔۔اے مرے پیارے

مرے دل کے سہارے۔۔۔مرے چاند۔۔۔مُنے۔۔مرے لال۔۔۔مُنے

اگر جنگ میں تو بھی کام آگیا

میں دلہن کی طرح سج کے "ہالو" ترے نام پر گاؤں گی

ایک تجھ جیسا جیالا سپوت اور دوں گی جنم

مجھ کو "موتک" سے کیا واسطہ

اے مرے لاڈلے۔۔۔مرے دل کے سہارے۔۔۔نظر کے اجالے۔۔مرے چاند مُنے (9)

بلوچی لوک شاعری چونکہ بلوچ کی پوری زندگی کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے، اس لیے اس میں خوشی، غم، عقائد، رسوم و رواج اور زندگی کے تمام مراحل کا شعری اظہار پایا جاتا ہے۔ نازینک اور ہالو بلوچی لوک شاعری کی دو اہم اصناف ہیں، جو شادی بیاہ کی تقریبات میں گائی جاتی ہیں۔ ان اصناف میں مردوں اور عورتوں کے لیے الگ الگ اشعار ہوتے ہیں، جن میں ان کے جذبات، امنگیں اور روایتی رسومات کی جھلک نمایاں ہوتی ہے۔

بلوچ معاشرے میں شادی کے رسوم نہایت منفرد اور مخصوص ثقافتی سیاق رکھتے ہیں۔ دلہا اور دلہن سے منسلک رسمیات اپنی نوعیت میں جداگانہ حیثیت رکھتی ہیں۔ ان دونوں اصناف —نازینک اور ہالو— میں شادی سے جڑے تمام تر رسم و رواج کا نہایت دلنشین اور واضح اظہار کیا گیا ہے۔ ان

اشعار میں شادی کی تقریبات میں استعمال ہونے والی اشیائے آرائش جیسے کہ زیورات، رنگ برنگے ملبوسات، اور خاص خوشبوئیں (مثلاً: مشک، عنبر، زباد، مہلب) کا تذکرہ ہوتا ہے۔ یہ تمام اشیاء نہ صرف مادی پہلو کی عکاسی کرتی ہیں بلکہ بلوچ عورت کی جمالیاتی حس اور تخلیقی کاریگری کا بھی عکس ہیں، کیونکہ یہ خوشبوئیں اکثر خواتین خود گھریلو سطح پر تیار کرتی ہیں۔

ہالو اور نازینک میں استعمال ہونے والی ثقافتی اصطلاحات اور محاوراتی زبان بلوچ ثقافت کی گہرائی اور اس کی معنوی تہ داری کو ظاہر کرتی ہیں۔ ان گیتوں میں نہ صرف رنگ، خوشبو، موسیقی اور جذبات کی آمیزش پائی جاتی ہے بلکہ یہ گیت بلوچ سماجی زندگی کے آئینے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ بلوچی لوک شاعری صرف ایک فن پارہ نہیں بلکہ ثقافتی اظہار کا سب سے توانا اور معتبر وسیلہ ہے۔

جیسا کہ پہلے ذکر ہوا، بلوچی لوک شاعری پیدائش سے لے کر موت تک کے تمام انسانی مراحل کی نمائندہ ہے۔ اسی سلسلے کی ایک اہم صنف موتک یا مودگ ہے، جو کسی فرد کے انتقال کے بعد اس کی یاد، خوبیوں، کردار اور اعمال کو شعری انداز میں خراج تحسین پیش کرتی ہے۔ یہ صنف عموماً خواتین گاتی ہیں کیونکہ بلوچ ثقافت میں مرد کا زار و قطار رونا اور بین کرنا معیوب سمجھا جاتا ہے۔ تاہم، اس کا مطلب یہ نہیں کہ بلوچ مرد بے حس ہوتے ہیں؛ بلکہ ان کے جذبات کا اظہار ایک وقار اور سنجیدگی کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ بزرگ صوفی شاعر مست توکلی نے کہا:

زار ہی جواناں کہ دلءِ زنگاں دور کناں
یعنی رونا انسان کے روح کو منور کرتا ہے

بلوچی میں اگرچہ بے شمار موتک کہی اور لکھی گئی ہیں، لیکن سیمک کی وہ موتک، جو انہوں نے اپنے جوان سال شوہر نتھا کی یاد میں کہی، اپنی مثال آپ ہے۔ ان اشعار میں جہاں نتھا کے کردار کو نمایاں کیا گیا ہے، وہیں بلوچی ثقافت سے جڑے اوزاروں کا بھی مؤثر انداز میں ذکر ملتا ہے۔ ترجمہ ملاحظہ ہو:

دھند میں لپٹے ہوئے، دور بلند
کوہِ ماران سے ابھرے بادلوں
کوہ کرہے کہ مرے نتھا کی دستار سفید
کوندتی برق ہے یا شمشیر برھنہ اس کی
اور دھنک اس کی جوان اسپ کی مغرور لگام
بادلوں برسو، بزرگوں کے مزارات پر برسو
اور پھر تھم جاؤ
کہ حسین نتھا کے درشن ہو جائیں۔ (10)

بلوچ ثقافت اپنی مادی و غیر مادی صورت میں ایک منفرد، جامع اور جداگانہ شناخت کی حامل ہے، جو صدیوں پر محیط تاریخی تسلسل، جغرافیائی حالات، قبائلی روایات، اور فکری و روحانی تجربات کا نچوڑ ہے۔ اس ثقافت میں زبان، لباس، رہن سہن، روایتی موسیقی، لوک رقص، فنون لطیفہ، سماجی اقدار، مذہبی رجحانات، اور رسومات سے لے کر روزمرہ کی عادات تک سب کچھ اپنی ایک خاص پہچان رکھتا ہے۔ بلوچی لوک شاعری اس ثقافت کا آئینہ دار فن ہے، جو نہ صرف عوام کے جذبات، تمناؤں اور تجربات کو بیان کرتی ہے بلکہ ان کے معاشرتی ڈھانچے، قبائلی نظام، محبت و وفاداری، بہادری، مہمان نوازی، اور دیگر روایتی اقدار کو بھی فنی حسن کے ساتھ پیش کرتی ہے۔

چونکہ لوک شاعری عوامی شعور اور اجتماعی ذہنیت کی تخلیقی ترجمانی ہے، اس لیے اس کی مختلف اصناف جیسے لیلہ، ہالو، نازینک، منقبت، دوچاپی، بیت وگیت میں بلوچ رسوم وروایات کی گہرائی سے جھلک نمایاں نظر آتی ہے۔ ان اصناف کا مطالعہ نہ صرف بلوچی ثقافت کے خارجی مظاہر (جیسے لباس، زیورات، تہوار، جنگی آلات) کو سامنے لاتا ہے بلکہ اس کے داخلی پہلوؤں (جیسے محبت، فخر، غیرت، روحانیت، خواب وخوف، توہمات) کو بھی روشن کرتا ہے۔ لوک شاعری میں پائی جانے والی سادگی، صداقت، اور جذبے کی شدت بلوچ عوام کی فطرت کا عکس ہے، جو صدیوں سے نسل در نسل منتقل ہوتی آئی ہے۔

مزید برآں، بلوچی لوک شاعری ثقافتی تسلسل کو برقرار رکھنے کا ایک اہم ذریعہ بھی ہے۔ یہ نہ صرف تاریخی واقعات، قبائلی جنگوں، اور محبت کی داستانوں کو زندہ رکھتی ہے، بلکہ نئی نسل کو اپنی شناخت سے جوڑنے کا فریضہ بھی انجام دیتی ہے۔ اس لحاظ سے لوک شاعری محض تفریح یا جذباتی اظہار کا ذریعہ نہیں بلکہ ایک مضبوط ثقافتی دستاویز ہے، جو بلوچ قومی شعور اور سماجی ساخت کو محفوظ رکھنے میں کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

## حوالہ جات


1. جتوئی، لیاقت علی، پاکستان میں مختلف ثقافتوں کے رنگ، jang.com.pk/news/669030
2. رضا، فرید احمد، زبان وثقافت کا آپس میں تعلق، humsub.com.pk/436985/farid-ahmed.raza/
3. سیف اللہ رائے، ڈاکٹر، پاکستانی ادب اور کلچر کے مباحث، daleel.pk/32790/
4. ایضاً
5. شاد، عطا/ عین سلام، درین، بلوچی عوامی گیت معہ منظوم ترجمہ، بلوچی اکیڈمی کوئٹہ، ص:81
6. شاد، فقیر، درج، شنگکار زبان بھرن، 2017، ص:111-112
7. ایضاً، ص:135-136
8. ایضاً
9. شاد، عطا/ عین سلام، درین، ص88
10. ایضاً، ص:172


☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

## Roman Havalajat


1. Jatoi, Liaqat Ali, *Pakistan mein mukhtalif saqafatun ke rang*, jang.com.pk/news/669030
2. Raza, Farid Ahmed, *Zuban o saqafat ka aapas mein ta'alluq*, humsub.com.pk/436985/farid-ahmed.raza/
3. Saifullah Rai, Dr. P*akistani adab aur culture ke mubahis*, daleel.pk/32790/
4. Ibid
5. Shaad, Atta / Ain Salam, Dareen, *Balochi Awami Geet ma'ah manzoom tarjuma*, Balochi Academy Quetta, P:81
6. Shaad, Faqir, *Durj*, *Shingkaar Zuban Bahrain*, 2017, P:111-112
7. Ibid, P:135-136
8. Ibid
9. Shad, Atta / Ain Salam, Dareen, P:88

10. Ibid, P:172